ضبط وترتیب: مولانا سعد الباقی

شمائل نبویؐ کی اہمیت اور ضرورت

دار العلوم حقانیہ کے دار الحدیث میں درس شمائل ترمذی کی آمالی میں سے بطور نمونہ ابتدائی حصہ

حدیث پڑھنا حضورؐ کی معنوی ملاقات

شمائل کی وجہ سے ذوشمائل وسیرت پڑھنے اور پڑھانے والوں کے سامنے آجاتی ہے اسی وجہ سے بزرگان دین کہتے ہیں:

اهل الحديث هم أهل النبى
و ان لم يصحبو انفسه انفاسه صحبوا

''حدیث سننے اور سنانے والے نبی علیہ السلام کے خاندان سے ہیں حضورؐ کی ذات سے اگرچہ شرف صحبت حاصل نہ کر سکے لیکن آپؐ کے الفاظ سے بہرور ہو گئے''

یعنی حدیث کے طلباء رسول اللہؐ کی اولاد ہیں انہوں نے اگرچہ رسولؐ کی ذات مبارک نہیں دیکھی ہے پھر بھی رسول اللہؐ کے اولاد ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کا کلام تو پڑھتے ہیں اور اس کلام کے پڑھنے سے رسولؐ کی معنوی ملاقات نصیب ہوتی ہے حدیث سننے اور سنانے والے رسول اکرمؐ کی مجلس کا شرف حاصل کرتے ہیں اس لئے جتنی دفعہ آپؐ کا نام مبارک لیا جائے تو ساتھ ہی پڑھا جائے آپؐ نے فرمایا ہے قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ قریب وہی ہوگا جس نے مجھ پر زیادہ درود پڑھا ہوگا۔

شمال اور شمیلۃ کی لغوی تشریح

شمائل شمال اور شميلة کی جمع ہے شمل يشمل شملاً وشملًا و شمولاً باب سمع اور نصر سے آتا ہے بمعنی شامل ہونا، عام ہونا يقال شمل القوم خيراً اوشراً ''اس کی بھلائی یا برائی ساری قوم کو عام ہوگئی'' شمال جانب شمال کو بھی کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے یہ جانب شمال ہے اور یہ جانب جنوب شمال اور شمیلۃ عادت وخصلت کو بھی کہا جاتا ہے جریر کہتا ہے......

الم تعلم ان الملامة نفعها قلیلٌ
وما لو می أخی من شمالیه

”کیا آپ کو پتہ نہیں کہ ملامت کا نفع قلیل ہے میں اپنے بھائی کو ملامت نہیں کرتا یہ میری عادت نہیں ہے“

عرب کہتے ہیں لیس من شمالی أن أعمل بشمالی ”یہ میری عادت وخصلت نہیں کہ میں کاموں کو بائیں ہاتھ سے کروں“ دایاں ہاتھ نیک کام کے لئے ہے جاہل آدمی بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ ہی سے پیتا ہے جو لوگ کھانے پینے کے آداب سے بے خبر ہو ان کا یہی معمول ہوتا ہے۔

صنعت تجنیس

عرب کے اس مقولے میں صنعت تجنیس ہے صنعت تجنیس کے معنی ہیں کہ ایک جنس کے دو حرف آجائے اور اس کے معانی جدا ، جدا ہوں شمال عادت کو بھی کہا جاتا ہے اور بائیں ہاتھ کو بھی جیسے ایک شاعر نے اپنے شعر میں صنعت تجنیس لاکر اپنی محبوبہ سے کہا ہے......

چراغم تو باشی چراغم بود
مرا بر چراغم چراغم بود

”کہ تو میرا چراغ ہے اور تو میرے ساتھ بیٹھی ہے اور میں تیرے چہرے کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں
میں پھر کیوں غم کروں گا ، میرے ساتھ جب میرا چراغ ہوگا تو میرا غم کیا ہوگا“

اس شعر میں الفاظ تو ایک جیسے آئے ہیں لیکن معنی ان سب کا الگ الگ ہے چراغم محبوبہ اور چراغ دونوں کو کہا جاتا ہے اردو کے ایک شاعر کہتے ہیں......

یہاں رکھی تھی وہ پہنچی
کوئی کم بخت آ پہنچی

ایک عورت کہتی ہے میں نے ہاتھ کے کنگن یہاں رکھے تھے کہ کوئی کم بخت (چوری کرنے والی عورت) آگئی اور ہاتھ میں میرے کنگن ڈال دیئے اور خدا جانے میرے چوری شدہ کنگن کہاں پہنچے ہوں گے اس شعر میں بھی الفاظ تو ایک جیسے آئے ہیں لیکن معنی ان سب کا علیحدہ علیحدہ ہے پہنچے ہاتھ، ہاتھ کے کنگن (چوڑی) آنے اور جانے ان تمام معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

مشمول اس آدمی کو کہا جاتا ہے، جو اچھے اخلاق کا مالک ہو شمال بارش کو بھی کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ شمال چل رہی رہے جو ہوا شمال کی طرف سے آتی ہے اسے بھی شمال بفتح الشین اور شمال بکسر الشین کہا جاتا ہے

عرب کے شاعر امراء القیس کہتے ہیں

فَتُوضِحَ فَالْمَقْرَاةُ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا
لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ جُنُوبٍ وَّ شَمْأَلِ

اور توضح ومقراۃ کے درمیان ہے جس کے نشانات اس وجہ سے نہیں مٹے کہ اس پر جنوبی اور شمالی ہوائیں (برابر) چلتی رہیں۔

شمائل ترمذی میں مضاف الیہ محذوف ہیں یہ اصل میں شمائل النبیؐ للترمذی کے معنی میں ہے یعنی رسولؐ کے وہ شمائل جو امام ترمذی نے لکھے ہیں شمائل بھی حدیث کی ایک قسم ہے جو تعریف، موضوع اور غرض حدیث کی ہے وہی شمائل کی بھی ہے۔

حدیث کے معانی

حدیث کے لغوی معنی لغت عرب کے مشہور امام علامہ جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الصحاح میں حدیث کا لغوی معنی یوں بیان کیا ہے الحدیث الکلام قلیلہ و کثیرہ و جمعہ ''یعنی لغت میں حدیث ہر کلام کو کہا جاتا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس کی جمع احادیث آتی ہے''

اصولیین کے نزدیک حدیث کے اصطلاحی معنی اور حدیث کی تعریف یہ ہے أقوال رسول اللہؐ وافعالہٗ اس تعریف کے مطابق چار چیزیں حدیث میں داخل ہیں (۱) نبیؐ کے اقوال (۲) افعال (۳) تقریرات (۴) آپؐ کے احوال اختیاریہ تقریرات اور احوال اختیاریہ افعال میں داخل ہیں اسلئے تعریف میں وافعالہ کا لفظ کافی ہے تقریرات تقریر کی جمع ہے اس کے لغوی معنی ہیں پختہ کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کوئی متبع شریعت شخص نبیؐ کے سامنے کوئی عمل کرے اور آپؐ اس پر خاموشی اختیار کریں محدثین کے نزدیک حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے أقوال النبیؐ وافعالہ واحوالہ اس تعریف کے مطابق مذکورہ بالا چار اشیاء کے علاوہ احوال غیر اختیاریہ بھی حدیث میں شامل ہیں کیونکہ واحوالہ کا لفظ عام ہے دراصل اصولیین اور محدثین کی تعریف میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اصولیین کا مقصد حدیث کو جمع کرنا اور بیان کرنا نہیں بلکہ احکام ومسائل کا استنباط کرنا ہے اور احوال غیر اختیاریہ مثلاً نبیؐ کا حلیہ، آپؐ کی ولادت، وفات کے واقعات وغیرہ سے احکام مستنبط نہیں ہوتے اس لئے انہیں حدیث میں شامل کرنے کی ضرورت نہیں، اور محدثین کا مقصد ہر اس روایت کا جمع کرنا ہے جو کسی طرح نبی کریمؐ کی طرف منسوب ہو احوال غیر اختیاریہ بھی اس میں شامل ہیں۔

حدیث کے لغوی و اصطلاحی معنوں میں مناسبت

حدیث کے لغوی اصطلاحی معنی میں مناسبت لفظ حدیث میں دو احتمال ہیں (۱) حدیث حدوث سے ماخوذ ہے حدوث کے معنی جدید اور نئی چیز کے آتے ہیں تو حدیث کو حدیث کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ قرآن کریم حدیث کے مقابلہ میں قدیم جبکہ حدیث جدید اور نئی ہے (۲) حدیث تحدیث سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ''بیان کرنے'' کے آتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ اس آیت میں نبیؐ کو نعمت بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نعمت سے مراد احکام شرعی کی تعلیم ہے نبیؐ نے اپنے اقوال و افعال کے ذریعہ احکام شرع کی تعلیم دی اور انہیں بیان کیا اسلئے آپؐ کے اقوال و افعال وتقریرات کو حدیث کہا جاتا ہے۔

تعریف علم حدیث هو علم يعرف به اقوال النبیؐ وافعاله واحواله

''یعنی وہ علم جس کے ذریعے نبیؐ کے اقوال، افعال اور احوال معلوم کئے جاسکیں''

علم حدیث کا موضوع، غرض اور غایہ

موضوع علم حدیث ذات النبیؐ من حيث انه رسول الله یعنی علم حدیث کا موضوع نبیؐ کی ذات اقدس ہے اس حیثیت سے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

غرض وغایہ علم حدیث اس کی دو غرضیں ہیں:

(۱) دنیاوی: الإهتداء بهدى النبیؐ یعنی آپؐ کی سیرت پر چلنا اور اس سے ہدایات حاصل کرنا۔

(۲) اخروی: الفوز بسعادة الدارين یعنی دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کر کے کامیاب و کامران بننا

علم حدیث کی شرافت وعظمت

علم حدیث کا موضوع نبیؐ کی ذات من حیث الرسالۃ ہے اور آپؐ کی عظمت روز روشن کی طرح عیاں ہے آپؐ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ذات ہیں لہذا جس علم میں آپؐ کی ذات سے بحث ہوگی وہ بھی عظیم الشان علم ہوگا، چنانچہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر کے بعد افضل ترین علم، علم حدیث ہی ہے۔

بسم اللہ سے آغاز کے وجوہات

امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں شمائل ترمذی کا آغاز بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سے کیا ہے اس کی کئی وجوہات ہیں۔

☆ کتاب اللہ کی اقتداء کی وجہ سے قرآن مجید کے ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ آئی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے سر پر بسم اللہ کا تاج رکھا ہے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے............

از بسم اللہ نیست چیزے بہتر
نہادم تاج بسم اللہ بر سر

☆ آپؐ پر ابتداء نازل ہونے والی وحی، سورۃ علق کی تھی جس کی ابتداء میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

☆ حدیث رسولؐ کی اقتداء کی وجہ سے، حدیث میں آتا ہے کہ کل أمر ذی بال لم یبدأ فیه باسم اللّٰه فهو اقطع (شرح مسلم: ج۱،ص۴۳)

☆ نبی اکرمؐ کے خطوط کی اقتداء کی وجہ سے آپؐ جب بادشاہوں کے نام خطوط لکھا کرتے تو اس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہوتا۔

لہٰذا امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی کا آغاز بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کیا تاکہ کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ کی اقتداء ہو جائے۔

خطبۂ کتاب میں حمد وسلام کے علمی نکات

امام ترمذی نے اپنے خطبہ میں قرآن مجید کے اس آیت کی امتثال کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (النمل:۵۹)

آیت مذکورہ کے مخاطب یا تو لوطؑ ہیں جیسا کہ مفسرین حضرات کا یہی خیال ہے کہ اس سے پہلے لوطؑ کا قصہ ہے اور یا اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں امام ترمذی کے عمداً امتثال بالا آیت میں اشارہ ہے کہ ابتداء بالحمد کے بارے میں جو روایت ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت میں محدثین کا کلام ہے اسکے برعکس بسم اللہ کے بارے میں جو روایت کل امر ذی بال لم یبدأ فیه باسم الله فهو أقطع (شرح مسلم: ج۱،ص۴۳) ہے وہ قوی ہے۔

فائدہ: الحمد معرفہ اور سلام نکرہ ہے اس پر اعتراض یہ ہے کہ دونوں معرفہ الحمد للّٰه والسلامُ یا دونوں نکرہ حمد للّٰه وسلام لانے چاہیے تھے تاکہ حمد وسلام میں مطابقت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ الحمد معرفہ اور سلام نکرہ لایا گیا ہے اس کو کمال ادب کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے حمد اور پیغمبر پر سلام کے درمیان مساوات لازم نہ آئے تو یہاں بھی عملاً الحمد کو معرفہ اور سلام کو نکرہ ذکر کیا اسلئے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود اور خالق جبکہ انبیاء مخلوق اور عابدین ہیں وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ لوگ اس وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے صفات بندوں کیلئے ثابت کرتے ہیں لہذا مصنفؒ نے عمداً اس طرح کیا اور یہ بالکل اسی طرح ہے کہ امام ابو یوسفؒ جب اپنے شیخ سے کوئی مسئلہ نقل کرتے تو فرماتے عن یعقوب عن ابی حنیفة آپؒ استاذ کے ساتھ کنیت میں اپنے آپ کو برابر نہیں کرتے بلکہ کسر نفسی اور تواضع کی وجہ سے اپنے کنیت (ابی یوسف) کی بجائے اپنا نام لیتے اور اپنے استاذ (شیخ) کے

ساتھ کنیت ذکر فرماتے لہٰذا تقاضۂ ادب کی وجہ سے الحمد معرفہ اور سلام نکرہ لایا گیا ہے سلام میں تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر پر عظیم سلامتی ہو۔

تنوین تکثیر کے لئے بھی آتا ہے اور تقلیل کے لئے بھی تکثیر اور تقلیل دونوں کا تعلق کمیات سے ہے اور تعظیم وتحقیر کا تعلق کیفیات سے ہے تکثیر کی مثال جیسے ان له لإبلاً (اس کے بہت سے اونٹ ہیں) تقلیل کی مثال جیسے وَّ رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکۡبَرُ ''اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا مندی بھی بڑی ہے'' اگر اللہ تعالیٰ تھوڑے بھی راضی ہو جائیں تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اس لئے کہ...... قليل منك يكفيني و لكن قليلك لا يقال له قليل

اللہ تعالیٰ کے قلیل کو کوئی قلیل نہیں کہہ سکتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ ''کہہ دو کہ یہ دنیا قلیل ہے'' تو ساری دنیا کو فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قلیل۔ سلام سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تو پھر تقدیر عبارت اس طرح ہوگی سلام اللّٰه علی عباده اگر اس سے مراد بنی آدم کا سلام ہو تو پھر اس سے مراد ثناء وتعریف ہے۔

عباد اور تعبید کی تشریح

عباده عباد عبد کی جمع ہے، اور اس کی جمع عبید بھی آتی ہے اعبد اور عبدان بھی اس کی جمع آتی ہے عبد خلاف الحر کو کہا جاتا ہے اور حر کے مقابلہ میں آتا ہے عبد یعبد باب نصر سے مستعمل ہے اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ تعبید تذلیل کو کہا جاتا ہے طریق معبد اس راستے کو کہا جاتا ہے جو ذلیل ہو یعنی ہر چیز اس پر گزرتی ہے، جیسے شارع عام کو اس نے اپنے آپ کو ذلیل کیا ہوتا ہے اور کسی کو کچھ نہیں کہتی، عبادت کو بھی عبادت اس لئے کہا جاتا ہے، کہ اس میں غایت تذلیل اور غایت خضوع ہے اور معبود باری تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے کہ تذلل اور تابعداری صرف رب العالمین ہی کے لئے کی جاتی ہے، عباد عبد کی جمع ہے، اور اس کی اضافت ضمیر کی طرف ہوئی ہے جمع کی اضافت یا تو بالاستغراق ہوتی ہے یا تعظیم کے لئے اگر ادھر اضافت بالاستغراقی لی جائے تو پھر اَلَّذِیۡنَ اَصۡطَفٰی یہ صفت احترازی ہے گویا اس سے فاسق لوگ نکل گئے وہ اللہ تعالیٰ کے بہتر اور پسندیدہ بندے نہیں، اور اگر اضافت جمع تعظیم کیلئے مانی جائے، تو پھر اَلَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی عباد کے لئے صفت کاشفہ اور صفت مادحہ ہے، اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہتر بنایا ہے۔

اَصۡطَفٰی: باب افتعال (اصطفیٰ یصطفی اصطفاءً) سے ہے اس کا مجرد باب نصر سے آتا ہے صفیٰ یصفو صفواً بمعنی صاف وستھرا ہونا، صفی المآء و صفی الشراب پانی صاف ہے، اس کے اندر جراثیم یا گندگی نہیں ہے، جس پانی سے مشین کے ذریعے سے جراثیم نکلے ہو، اور بعض دوائیں (کیمیکل) بھی اس کے ساتھ ملائی گئی ہو تو اسے المآء المصفی کہا جاتا ہے العسل المصفیٰ اس شہد کو کہا جاتا ہے جس سے وہ موم جیسی شے دور کی گئی ہو، فائدہ: اس شہد میں باقاعدہ چھتہ بھی موجود ہوتا ہے۔